ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

پروین شاکر کی نظم کا مزاحمتی آہنگ

ڈاکٹر نورین کھوکھر،ڈاکٹر طاہر شہیر،ڈاکٹر عتیق انور

Dr. Noureen Khokhar
Associate Professor Urdu, Forman Christian Collage University, Lahore.
noureenkhokhar@fccollege.edu.pk
Dr. Tahir Shaheer
Assistant Professor Urdu, Forman Christian Collage University, Lahore
mohammadtahir@fccollege.edu.pk
Dr. Ateeq Anwar
Assistant Professor Urdu, Forman Christian Collage University, Lahore.
ateeqanwar@fccollege.edu.pk

Abstract
There is hardly any poet whose heart and mind have not been affected by oppression. Parveen Shakir is one of those names who prides herself on her poetic skills. Parveen Shakir, especially in Urdu poetry, instead of being limited to one aspect of life, gave new dimensions of thought and style to all the social and political problems of the present age along with personal experiences. In her poem, Parveen Shakir gave place to the atmosphere of persecution around her. Thus the style of protest and resistance in her poem gives her uniqueness as a female poet.

Keywords: Oppression, dimensions, persecution, protest Resistance

ادب جہاں معاشرتی زندگی کو براہ راست متاثر کرتا ہے وہیں پر معاشروں کے لئے شعور و آگہی کا وسیلہ بھی بنتا ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا ادیب یا شاعر ہو گا جس کے دل و دماغ کو ظلم و جبر نے متاثر نہ کیا ہو اور پھر اس کے قلم سے درد غم خون بن کر ٹپکا نہ ہو۔

”مزاحمت ہمارے ادب کے خمیر میں رچی بسی ہے کہ اُردو ادب کا آغاز جس دور میں ہوا وہ سیاسی انحطاط اور معاشرتی و تہذیبی زوال کا عہد ہے۔“ (1)

اسی کے بعد اردو شعراء نے عالمی اور ملکی مسائل سے متاثر ہو کر نظم کو نیا آہنگ دیا۔، جن میں معاشرتی اور معاشی استحصال، انتہا پسندی کی آگ، مہاجرین کے مسائل، نفرت اور فرقہ واریت کا کرب شامل ہے۔ اردو شاعری کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو پچھلی چند دہائیوں میں خواتین نے اپنے آپ کو بھرپور طریقے سے متعارف کروایا ہے اور اردو نظم میں خوبصورت موضوعاتی اضافے کیے ہیں۔ جہاں عورت کے اندر پائی جانے والی حساسیت نے اس تبدیلی کو جلا بخشی وہیں عورت کے وصف، نرمی گفتار نے کڑوی سے کڑوی بات کو لب و لہجے کی شرینی سے قابل قبول بنایا۔ ان کے نرم لہجے میں بھی زندگی کا کرب دکھائی دیتا ہے۔

”انھوں نے جن موضوعات و مسائل کو مد نظر ہوئے، ہیئتی تشکیل میں پیش کیا ہے وہ نرم لہجہ اور اخلاقی رویہ سے پیدا ہونے والی پریشانیوں، ناآسودگی ناانصافی اور ناکافی جیسے حالات کا پتہ دیتی ہے۔“(2)

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ خواتین کا شاعرانہ اظہار رومانوی اور عشقیہ موضوعات تک محدود ہے۔ مگر بہت سی خواتین شاعرات نے سیاسی و سماجی تبدیلیوں کے تناظر میں بہت سے دیگر موضوعات میں بھی اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔ ان ناموں میں ایک نام پروین شاکر کا ہے۔ پروین شاکر نے بالخصوص اردو نظم میں زندگی کے کسی ایک پہلو تک محدود رہنے کی بجائے ذاتی کیفیات کے ساتھ ساتھ عہد حاضر کے تمام سماجی اور سیاسی مسائل کو فکر و اسلوب کی نئی جہتیں عطا کیں۔

پروین شاکر کراچی کے ایک مذہبی گھرانے سید شاکر حسین کے ہاں 24 نومبر 1952 میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد خود بھی شاعر تھے اور ثاقب تخلص کرتے تھے۔(3) پروین شاکر کے والد قیام پاکستان سے چند ماہ قبل ہندوستان سے ہجرت کر کے آئے تھے۔

پروین شاکر اپنے والدین کے حوالے سے نظیر صدیقی کو خط میں لکھتی ہیں:

''بہر کیف میرے والدین کا تعلق صوبہ بہار کے شہر پٹنہ اور ضلع لہریا سرائے سے ہے۔ ہمارے گاؤں کا نام چندن پٹی ہے۔''(4)

پروین شاکر نے انگلش لٹریچر میں جامعہ کراچی سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ ان کو ایم بی اے کی ڈگری امریکہ کی ہاورڈ یونیورسٹی سے حاصل کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ نو برس درس وتدریس کے شعبے سے وابستہ رہیں۔ 1986ء میں کسٹم ڈیپارٹمنٹ میں بحیثیت سیکرٹری خدمات سرانجام دیتی رہیں۔ پروین شاکر گوشہء چشم کے نام سے اخبار میں کالم بھی لکھتی رہیں۔ ایک امریکی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کے لیے مقالہ بھی لکھا مگر زندگی نے پیش کرنے کی مہلت نہ دی۔ منفرد لب ولہجے کی مالک ''خوشبو کی شاعرہ'' کو پرائیڈ آف پرفارمنس اور آدم جی ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔

جہاں پروین شاکر نے شاعری میں اپنے جذبات اور درد کے احساسات کا اظہار کیا ہے۔ وہیں انھوں نے اپنے اردگرد پھیلی ہوئی معاشرتی ناہمواریوں کا کرب بھی محسوس کیا۔ انھوں نے گھٹن زدہ معاشرے اور زباں بندی کے ماحول سے اٹھنے والے تعفن کو نہ صرف محسوس کیا بلکہ اس کے خلاف صدائے احتجاج بھی بلند کی۔

وہ صد برگ کے پیش لفظ میں لکھتی ہیں:

''میرا گناہ یہ ہے کہ میں ایک ایسے قبیلے میں پیدا ہوئی جہاں سوچ رکھنا جرائم میں شامل ہے، مگر قبیلے والوں سے بھول یہ ہوئی کہ انھوں نے مجھے پیدا ہوتے ہی زمین میں نہیں گاڑا اور اب مجھے دیوار میں چن دینا ان کے لئے اخلاقی طور پر اتنا آسان نہیں رہا۔''(5)

پروین شاکر نے آمریت کے دور کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ وہ اس عرصے میں بدلتی اقدار کی چشم دید گواہ ہیں۔ خوشبو (1976) کے بعد صد برگ (1980) سے لے کر خود کلامی (1990) اور انکار (1990) تک پروین شاکر کا شاعرانہ لہجہ ان بدلتے سیاسی حالات کا آئینہ دار ہے۔ گہرے تخلیقی تاثر میں ڈوبی ہوئی ان کی بہت سی نظمیں سیاسی شعور سے آراستہ ہیں۔ پروین شاکر کی نظم کا فکری سفر خوشبو سے صد برگ تک اور پھر خود کلامی اور انکار تک آتے آتے مزاحمتی رنگ اختیار کرتا گیا۔ خاص طور پر شاعری مجموعہ ''انکار'' میں شامل نظموں میں ان کا سماجی وسیاسی احساس عروج پر دکھائی دیتا ہے۔

ان کی نظمیں ''شام غریباں، علی مشکل کشا، ظل الٰہی کے پرابلم، ایک نکاح اور کتوں کا سپاس نامہ'' میں پروین شاکر کے اسلوب وبیاں تلخی اور طنز سے بھرپور ہے۔ صد برگ سے انکار تک پروین شاکر کی تخلیقی وفکری پختگی کا زمانہ ہے۔ اس عرصے میں وطن سے محبت، آزادی اظہار، جمہوری سوچ اور حق خودارادیت کے احساس کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ پروین شاکر کی حساس طبیعت پر اردگرد کے بدتر حالات بہت گراں گزرے جن کا اظہار ان کی نظموں میں جابجا ملتا ہے۔ اس حساسیت کی جھلک ان کی نظم ''اسٹیل ملز کا ایک خصوصی مزدور'' میں ملتی ہے۔

''کالا بھوت
جیسے کوئلے کے نطفے سے جنم لیا ہو
ایک جہنمی درجہ حرارت پر رہتے ہوئے
اُس کا کام
دہکتی بھٹی میں کوئلے جھونکتے رہنا تھا
اُس کے بدلے
اُس کو اُجرت بھی زیادہ ملتی تھی
اور خوراک بھی خصوصی
اور ایک وقت میں چار گھنٹے سے زیادہ کام نہیں لیا جاتا تھا

لیکن شاید اس کو یہ نہیں معلوم

کہ خود کشی کے اس معاہدے پر

اُس نے

بقائمی ہوش و حواس دستخط کئے ہیں

اس بھٹی کا ایندھن دراصل وہ خود ہے!'' (6)

پروین شاکر نے اس نظم میں مزدوروں کے مسائل کو بیان کیا ہے۔پروین شاکر نے اسٹیل ملز میں کام کرنے والے مزدور کے دکھ اور کرب کو لفظوں کی زبان دی ہے۔ مجبوری سے فائدہ اٹھا کر انسان کا استحصال جانے کب سے ہو رہا ہے اور جانے کب تک ہوتا رہے گا۔ مگر آمریت اور طاقت کے ایوان اس احساس سے عاری ہیں۔اہل اقتدار کو شاید اپنے مسائل سے فرصت نہیں کہ وہ عوام کے مسائل کی طرف توجہ دیں۔پروین شاکر کا جذباتی انداز اظہار حکمرانوں کو خواب غفلت سے جگاتا ہے۔ کبھی وہ بے آواز زنجیر عدل کو زور زور سے ہلاتی ہیں۔ کبھی قلم کی نوک رواں سے سرمایہ داروں کا نوحہ لکھتی ہیں۔اپنی نظم ''ظل الٰہی کے پرابلمز'' میں خوشبو کی شاعرہ ایک مزاحمتی و سیاسی انداز سے اہل اقتدار پر طنز کرتی ہیں۔

''راج پاٹ کرنے والوں کی جان

ہتھیلی پر رہتی ہے

بے چاروں کے مسائل کیسے عجیب ہوتے ہیں

حرم سرا میں پلنے والی چھوٹی بڑی ریاست

بالا علان بغاوت، درپردہ سازش

دشمن جلد ہی کھل جاتے ہیں

ان سے نپٹنا اتنا مشکل کام نہیں

الجھاؤ تو پاؤں چومنے والوں سے پڑتا ہے...........'' (7)

معاشرتی ناہمواریاں اور عدل و انصاف کے فرسودہ قوانین ایک حبس زدہ ماحول کو جنم دیتے ہیں۔ قیام پاکستان سے لے کر آج تک کسی نہ کسی شکل میں عوام حکمرانوں کے غیض و غضب کا نشانہ بنتے رہے ہیں ایسے میں پروین شاکر جیسے لوگ گاہے بگاہے صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔پروین شاکر نے اپنی نظموں میں گھٹن اور خوف کے ماحول کو مختلف پیراؤں میں بیان کیا ہے۔۔

''حبس بہت ہے

اشکوں سے یوں آنچل گیلے کر کے ہم

دل پر کب تک ہوا کریں

باغ کے در پہ قفل پڑا ہے

اور خوشبو کے ہاتھ بندھے ہیں

کسے صدا دیں

لفظ سے معنی بچھڑ چکے ہیں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

لوگ پرانے اُجڑ چکے ہیں

نابینا قانون وطن میں جاری ہے

آنکھیں رکھنا

جرم قبیح ہے

قابل دست اندازی حاکمِ اعلیٰ ہے!

حبس بہت ہے۔"(8)

پروین شاکر کراچی سندھ میں پیدا ہوئیں تھی۔ یوں تو کراچی ہمیشہ ہی ہنگاموں کی زد میں رہا مگر اسّی کی دہائی میں کراچی سمیت سندھ بھر میں خونریزی کے واقعات سمیت شدید ہنگامہ آرائی ہوتی رہتی تھی۔ اس عرصے میں ہزاروں افراد جان سے گئے گاڑیاں ودیگر املاک بھی نذر آتش ہوئیں۔ ان حالات سے پروین شاکر کا متاثر ہونا فطری تھی۔ پروین شاکر پراعتماد اور حوصلہ مند ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نرم و نازک دل رکھتی تھیں۔ چنانچہ ایسے واقعات ان پر گہرا اثر ڈالتے۔ ملکی معیشت کا مرکز کراچی ملک بھر کے لوگوں کو پالتا ہے۔ یہاں ہر زبان اور نسل سے تعلق رکھنے والے اپنی اور اپنے گھر والوں کی روٹی کماتے ہے مگر کراچی کو کبھی سکون میسر نہیں آیا۔ ہنگامے بلوے قتل اور لوٹ مار اس کا مقدر رہا ہے۔ پروین شاکر نے کراچی کے حالات کو اپنی دو نظموں "کراچی" اور "کراچی۔۔۔89 کی آخری شام" میں بڑے کربناک لہجے میں بیان کیا ہے۔

"کراچی

ایک ایسی بیسوا ہے

جس کے ساتھ

پہاڑوں میدانوں اور صحراؤں سے آنے والا

ہر سائز کے بٹوے کا آدمی

رات گزارتا ہے

اور صبح اٹھتے ہی

اس کے داہنے رخسار پر

ایک تھپڑ رسید کرتا ہے

اور دوسرے گال کی توقع کرتے ہوئے

کام پر نکل جاتا ہے

اگلی رات کے نشے میں سرشار!"(9)

کراچی میں امن و امان کی صورتحال اور "روشنیوں کے شہر" کو اس طرح جلتے سلگتے دیکھ کر پروین شاکر کے احساس نے لفظوں کا روپ دھارا اور اس نے اپنی نظم "کراچی۔۔۔89 کی آخری شام" میں اپنی کیفیت کو کراچی کے مناظر میں جذب کر دیا۔

"عکس گل تر جلا ہوا تھا

خوابوں کا نگر جلا ہوا تھا

یادست دعا نہ اٹھ سکا تھا

یااس کااثر جلاہوا تھا

ہر گھر تھالٹاہوا کئی بار

اور بار دگر جلاہوا تھا

یانوچ لئے گئے تھے پتے

یاسارا شجر جلاہوا

آنکھوں کی جگہ پہ آلے تھے

اور تار نظر جلاہوا تھا

ملبہ تھاتمام شہر خوبی

اور ہو کے کھنڈر جلاہوا تھا۔۔۔۔۔‘‘(10)

پروین شاکر نے ضیاء الحق کے مارشل لاء کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔آزادی اظہار رائے پر یقین رکھنے والی شاعرہ کے لیے یہ زبان بندی کا زمانہ بڑا صبر آزما تھا۔سوچوں پر سنگینوں کے پہرے ہوں تو قلم زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔مگر پروین شاکر نے ہار نہیں مانی۔دور آمریت سیاسی مخالفین کے لیے تو مشکل ہوتا ہی ہے مگر جمہوریت پسندوں کو بھی بہت حد تک تلخ بنا دیتا ہے۔پروین شاکر کے ہاں بھی اسی تلخی کا احساس نظر آتا ہے۔پروین شاکر آمریت اور مارشل لاء کی بہت بڑی مخالف تھیں۔یہ کیسے ممکن تھا کہ شخصی آزادی کی علمبر دار ان غاصبانہ ہتھکنڈوں کو چپ چاپ برداشت کر لیتی۔پروین شاکر آئینی حقوق اور معاشرتی آزادی کی قائل تھیں۔چنانچہ انسان کے پیدائشی حق کی بے حرمتی پر وہ خاموش نہ رہیں اور بڑے بے باکانہ انداز سے اداروں کو قومی فرائض کی یاددہانی کراتی رہیں۔

’’اے خدا!

میرے پیارے سپاہی کی تلوار میں زنگ لگنے لگا ہے

اذانوں سے پہلے جو بیدار ہوتے تھے

اب دن چڑھے تک

چھپر کھٹ سے نیچے اترتے نہیں

دھوپ اگر سخت ہو جائے

بارش ذرا تیز ہو جائے تو

یہ جواں سال

گھر سے نکلتے نہیں

سرحدوں کے نگہبان اب کرسیوں کے طلبگار ہیں۔۔۔۔‘‘(11)

ان کی کئی نظموں میں سیاسی شعور اور مزاحمتی رنگ اپنی انتہا پر ہے۔یوں لگتا ہے جیسے غیر سیاسی رویوں پر لفظ بھی احتجاج کناں ہیں۔فوجی مارشل لاء کے خلاف پروین شاکر کے احتجاج کا آہنگ بہت بلند ہے۔وہ ایسے ماحول میں خاموش نہیں رہ سکیں جہاں آپ کو حب الوطنی کے ثبوت دینے پڑیں۔حکمران غداریوں کے پروانے جاری کریں اور رعایا اپنی قسمت کے فیصلے سننے کے لیے روز جیئے اور روز مرے۔یہی وجہ ہے کہ پروین شاکر حب الوطنی کا استعارہ بن کر ریاست اور ریاستی اداروں کو براہ راست مخاطب کر کے اپنا احتجاج ریکارڈ کراتی ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

''حاکم شہر کے ہرکارے نے
آدھی رات کے سناٹے میں
میرے گھر کے دروازے پر
دستک دی ہے
اور فرمان سناتا ہے
''آج کے بعد سے
ملک سے باہر جانے کے سب رستے، خود پر بند سمجھنا
تم نے غلط نظمیں لکھی ہیں''
اے ایس آئی سے کیا شکوہ
اس نے اپنا ذہن کرائے پر دے رکھا ہے
وہ کیا جانے
مٹی کی خوشبو کیا ہے
ارض وطن کے رخ سے بڑھ کر
آنکھوں کی راحت کیا ہے
حاکم وقت کی نظروں میں
میری وفاداری مشکوک ہی ٹھہری تو
مجھ کو کچھ پرواہ نہیں
جس مٹی نے مجھ کو جنم دیا ہے
میرے اندر شعر کے پھول کھلائے ہیں
وہ اس خوشبو سے واقف ہے
اس کو خبر ہے
فصل خزاں کو فصل خزاں کہنے کا مطلب
گلشن سے غداری نہیں ہے
اور اگر ایسا ٹھہرا تو
حاکم وقت کے ہرکارے
مجھ پر فرد جرم لگائیں
خاک وطن کو حکم بنائیں''(12)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

ضیاءدَور میں صحافیوں کے خلاف سب سے زیادہ مقدمات قائم کئے گئے۔ کراچی سے پشاور تک سینکڑوں اخبارات اور رسائل کی اشاعت پر پابندی لگادی گئی تھی۔اِس کے نتیجے میں بہت سے صحافی بے روزگار ہوگئے۔ صحافیوں کی طرف سے احتجاج کرنے اور حقوق کے لیے ہڑتال اور مظاہرے کرنے پر کوڑے مارنے کی سزائیں دی گئیں۔بہت سے صحافیوں اور دیگر لکھنے والوں نے جلاوطنی اختیار کی۔ پروین شاکر نے بطور کالم نگار جہاں اس کو اپنے کالموں میں جگہ دی وہیں اپنی نظموں میں ایسے غیر آئینی اقدامات کے خلاف آواز بلند کی۔ پروین شاکر ایسی حکمرانی کو قبول نہیں کرتیں جہاں لوگ اپنے ہی ملک میں اجنبی ہو جائیں۔ جہاں پیروں تلے سے زمین کھینچ لی جائے۔پروین شاکر کا اظہار ''انکار'' تک آکر احتجاج کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔پروین شاکر جیسی حساس شاعرہ کے لیے درد کے یہ ماہ وسال سوہان روح بن جاتے ہیں۔خود سے اُلجھتے اُلجھتے وہ غیر آئینی و غیر قانونی قوتوں سے الجھ پڑتی ہیں۔آمریت کی بندوقوں سے نکلنے والے نفرت کے بارود کے سامنے وطن سے محبت کی چادر اوڑھ کر سینہ سپر ہو جاتی ہیں۔

''بہت دل چاہتا ہے
کسی دن غاصبوں کے نام لکھوں ایک کھلا خط
لکھوں اس میں
کہ تم نے چور دروازے سے آکر
مرے گھر کا تقدس
جس طرح پامال کرکے
توشہ خانے کو تصرف میں لیا ہے
تمہاری تربیت میں یہ رویہ
دشمنوں کے ساتھ بھی زیبا نہیں تھا!
کلام فتح میں بھی
یہ سخن شامل نہیں تھا!
یہاں تک بھی غنیمت تھا
تمہارے پیش رو، بخت آزمائی میں
زر و سیم و جواہر تک نظر محدود رکھتے تھے
جوانوں کو تہہ تلوار کرتے
مگر ماؤں کی چادر
بیٹیوں کی مسکراہٹ
اور بچوں کے کھلونوں سے
تعرض کچھ نہ کرتے
مگر تم نے حد کر دی
نہ بیت المال ہی چھوڑا
نہ بیوہ کی جمع پونجی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

اور اب تم نے

ہماری سوچ کو بھی

راجدھانی کا کوئی حصہ بنانے کا ارادہ کر لیا ہے۔۔۔"(13)

تمام تر تلخیوں اور کڑواہٹ کے باوجود پروین شاکر کی نظموں میں کیفیت درد و غم کے اظہار میں اعتدال نظر آتا ہے۔ان کی نظم میں انسانی رویوں پر نہ تو بے جا شور شرابہ ہے اور نہ ہی اتنی خاموشی ہے کہ احساس کے دیے بجھنے لگیں۔سیاسی و سماجی ناانصافیوں کے خلاف ان کے ہاں آواز مدھم مگر احتجاج کی کیفیاتی گونج زیادہ ہے۔

"لیکن جس معاشرے میں قدروں کے نمبر منسوخ ہو چکے ہوں اور درہم خودداری، دینارِ عزتِ نفس کوڑیوں کے بھی مول نہ نکلیں، وہاں نیکی کی نصرت کو کون آئے؟"(14)

پروین شاکر کی نظم میں بہت r'موضوعاتی رنگ موجود ہیں مگر پروین شاکر کی نظم کا یہ وصف ہے جدا ہے کہ ہر رنگ کے اندر احساس کی بے پناہ گہرائی ہے۔چنانچہ سماجی و سیاسی احساس کے حوالے سے دیکھیں تو پروین شاکر نے جتنے دکھ اور کرب سے اپنے اردگرد کے ماحول کو محسوس کیا اتنے ہی جذبے سے اظہار بھی کیا ہے۔احتجاج کے اظہار کی اسی پیورٹی نے پروین شاکر کو منفرد مقام بخشا ہے۔

"میں اتنے سانپوں کو رستے میں دیکھ آئی تھی

کہ تیرے شہر میں پہنچی تو کوئی ڈر ہی نہ تھا"(15)

شاعری کے اس سفر میں پروین شاکر نے محبت کے روایتی تصور کو حقیقت کے قالب میں ڈھال کر سماجی شعور، عصری تجربات اور مزاحمت کو نظم کا نمایاں آہنگ عطا کیا۔

حوالہ جات

(1) رشید امجد، ڈاکٹر، اُردو میں مزاحمتی ادب کی روایت، مشمولہ مزاحمتی ادب، (مرتب) ڈاکٹر رشید امجد، اسلام آباد: اکادمی ادبیات، 1995ء ص:25

(2) محمد تنویر، ڈاکٹر، پروین شاکر کی شاعری ایک تنقیدی جائزہ، دہلی: عفیف پرنٹس، 2014ص78

(3) روبینہ شبنم، ڈاکٹر، اردو غزل کی ماہ تمام پروین شاکر، دہلی: بھارت آفسٹ، 2004، ص9

(4) پروین شاکر کے خطوط، نظیر صدیقی کے نام، مرتبہ، جاوید وارثی، پاکستان: بساط ادب1997ص15

(5) پروین شاکر، صد برگ، پیش لفظ، لاہور: غالب پبلیشر، 1981

(6) پروین، انکار، اسلام آباد: مراد پبلیکیشنز، 1990، ص161

(7) پروین شاکر، صد برگ، لاہور: غالب پبلشر، 1981، ص190

(8) پروین شاکر، انکار، اسلام آباد: مراد پبلیکیشنز، 1990، ص59

(9) پروین شاکر، انکار، اسلام آباد: مراد پبلیکیشنز، 1990ص176

(10) پروین شاکر، انکار، اسلام آباد: مراد پبلیکیشنز، 1990ص145

(11) پروین شاکر، انکار، اسلام آباد: مراد پبلیکیشنز، 1990ص64

(12) پروین شاکر، انکار، اسلام آباد: مراد پبلیکیشنز، 1990ص62،63

(13) پروین شاکر، انکار، اسلام آباد: مراد پبلیکیشنز، 1990ص60،61

(14) پروین شاکر، دیباچہ، مجموعہ ماہِ تمام (صد برگ) , مراد پبلی کیشنز اسلام آباد 1993ء

(15) پروین شاکر، مجموعہ ماہِ تمام (صد برگ) , مراد پبلی کیشنز اسلام آباد : 1993ء ص22